ڈاکٹر عارف نوشاہی

''تحفۃ البنجاب''
عالمگیری عہد میں پنجاب کی معاشرت، عمارات اور رجال پر ایک دل چسپ فارسی مثنوی

"Tuhfatul Punjab"
A Persian Masnavi Regarding People, Locations and Society of Punjab during Aurangzib Alamgir

Dr. Arif Naushahi, Chairman, Persian Department, Govt. Gordon College, Rawalpindi.

Abstract:

Tuhfatul-Punjab is a Persian Masnavi written by Meta Bin Darvesh whose nom de plum was Chanabi. This Masnavi was written in 1100 H/1689 A.D, and its sole manuscript has been saved in National Archives of Pakistan, Islamabad, Mufti Collection No. 231 Islam.

This Masnavi is consisted of four parts. Part First is on jurisprudence, part second on medical prolenas, part third is about Mushaikhe Punjab and admires religious buildings of Lahore, Chinyat, Uch and Hujro Shah Muqeean and part fourth brings before us a picture of plight of people of the Punjab and their suffering under an unkind and cruel bureaucracy because of the absence of the king who is far away from this region. In the end of this part the poet tells us about his family and especially about his father Hakeem Darvesh who was a great physician during the period of Aurangzaib.

In Persian literature of the Punjab we read about Chunabi's Masnavi Ishqia Punjab Yani Qisae Heer Ranjha but there is no mention of Tuhfatul-Punjab. It is for the first time that this Masnavi is introduced to the readers.

''تحفۃ البنجاب'' کے مصنّف حکیم میتا، متخلص بہ چنابی ہیں۔ یہ مثنوی انھوں نے ۱۱۰۰ھ/۱۶۸۹ء میں تصنیف کی۔ اس کا قلمی نسخہ ''نیشنل آرکائیوز آف پاکستان''، اسلام آباد کے

''ذخیرۂ مفتی فضل عظیم بھیروی'' میں محفوظ ہے (نمبر: اسلام ۲۳۱)۔ جو مجھے دسمبر ۲۰۰۱ء میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ آرکائیوز کے کارپردازوں کی اجازت سے اس کا عکس حاصل کیا جس کے لیے میں ان کا شکرگزار ہوں۔ اسی عکس کی مدد سے اپنا حاصل مطالعہ پیش خدمت ہے۔

نسخۂ اسلام آباد کے کاتب نے پہلے مصنف سے مثنوی کا اصل نسخہ حاصل کر کے ایک نقل جلدی میں ۲۹ رجب ۱۱۰۱ھ کو تیار کی تھی، بعد میں ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۰۴ھ کو دوسری نقل اہتمام کے ساتھ تیار کی۔ یہی نقل اب آرکائیوز میں بہ خط نستعلیق، ۱۱ سطور فی صفحہ، ۱۵۸ صفحات میں موجود ہے۔ یہ تمام واقعہ نسخے کے ترقیمے میں بدین الفاظ بیان ہوا ہے:

> ''تمت تمام شد رسالہ مسمّی بہ ''تحفۃ الپنجاب''، وقت [کذا] روز یک شنبہ فی التاریخ ۱۱ شہر رمضان المبارک ۱۱۰۴ھ، این نسخہ را دراین ولا بہ تاریخ صدر سنہ الیہ، در موضع چک خواجہ صلاح بہ اتمام رسانیدو اولاً نقل از اصل کتاب کہ از مصنف حکیم بیتا گرفتہ بود، روز شنبہ حین نماز ظہر تاریخ بیست ونہم رجب المرجب سنہ ۱۱۰۱ھ یک ہزار و یک صد و یک بود کہ بہ سرعت بر چند اوراق مسودہ کردہ بود۔ الحال بعد از چند مدّت، اللہ تعالیٰ بوجہ احسن بہ انصرام رسانید...''

چوں کہ کاتب نے رکابہ نویسی کا اہتمام کیا ہے، اس کی مدد سے معلوم ہوا کہ صفحہ ۱۱۲ کے بعد ایک یا ایک سے زائد صفحات غائب ہیں۔ صفحہ ۱۱۲ پر آخری سطر پر سرخی ''در تعریف مرقد منورہ سیادت مآب'' درج ہوئی ہے اور اگلے صفحے کا رکابہ'' خوش آن سید'' لکھا گیا ہے، لیکن صفحہ ۱۱۳ پر پہلا شعر

'' مزارش زارتفاع دین نشانی'' ہے۔ کاتب نے چند ایک الفاظ کا املاء درست نہیں لکھا۔ مثلاً:

عظیم الجثۃ کو عظیم الجسہ (ص ۱۶)؛ روضہ کو روزہ (ص ۸۴) اور حسام الدین کو حصام الدین (ص ۱۱۸) کتابت کیا ہے۔

کاتب نے کسرۂ اضافت کی جگہ ''ی'' کا استعمال کیا ہے۔ یہ استعمال کاتبوں کے ہاں مروّج رہا ہے۔ چند مثالیں:

خبرداری من دمن بی خبر زو (ص ۲) یعنی خبردارِ من؛

دری خوبی خدا بروی گشاداست (ص ۸۲) یعنی درِ خوبی؛

دراوّل حق دری خوبی چو بکشاد (ص۵) یعنی درِ خوبی؛
شدہ از فضل مقبولی زمانہ (ص۱۹) یعنی مقبولِ زمانہ
کاتب نے کاف اور گاف کی تمیز نہیں رکھی اور گاف کو کاف ہی لکھا ہے:
بہ نعت مصطفیٰ باشم سخن سنج
زبان سازم کلید از بہر این کنج [یعنی: گنج] (ص۴)

مصنّف کا تعارف

''تحفۃ الپنجاب'' کے مصنّف کا نام کاتب نے ترقیمہ میں ''حکیم میتا'' لکھا ہے۔ مثنوی میں متعدد مقامات پر اس کا تخلص ''چنابی'' استعمال ہوا ہے، حکیم میتا متخلص بہ چنابی ایک اور فارسی مثنوی ''عشقیہ پنجاب یا قصّہ ہیر و ماہی'' کے مصنّف بھی ہیں۔ اس مثنوی اور اس کے ضمن میں چنابی کے دستیاب حالات کا تعارف سب سے پہلے پروفیسر خان صاحب قاضی فضل حق، استاد فارسی، گورنمنٹ کالج، لاہور (۱۸۸۷-۱۹۳۹ء) نے لکھا۔[۱] قاضی صاحب کے اس مضمون کا ایک تکملہ ان کے صاحب زادے بذل حق محمود (۱۹۲۹-۱۹۷۰ء) نے لکھا جس میں مثنوی ''عشقیہ پنجاب'' کا ایک مختصر انتخاب دیا گیا ہے۔[۲] مضامین بذل حق محمود میں چنابی اور اس کی مثنوی ''عشقیہ پنجاب'' کے حوالے کے کچھ اور مختصر تحریریں بھی ہیں، جیسے:

الف: ''غزل گو چنابی'' (ص ۷-۱۲)، اس میں بتایا گیا ہے کہ مثنوی ''عشقیہ پنجاب'' کی ہر فصل کے بعد چنابی کی فارسی غزلیں بھی ہیں جو بہ ترتیب ردیف درج ہوئی ہیں اور ایک مکمل دیوان کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس میں چنابی کی غزلوں سے انتخاب اور ان سے مأخوذ کچھ حالات اور نظریات بیان ہوئے ہیں۔

ب: ''میرا کتب خانہ'' (ص ۷۰-۸۰)، اس میں مثنوی ''عشقیہ پنجاب'' کے قلمی نسخہ کا تعارف اور چنابی کا مختصر ذکر ہوا ہے۔ یہ نسخہ پہلے خان صاحب قاضی فضل حق اور بعد میں بذل حق محمود کی تحویل میں رہا ہے۔

ج: ''حکیم چنابی'' (ص ۲۹۵-۳۱۳)، یہ فارسی مقالہ ہے جس میں ''عشقیہ پنجاب'' اور چنابی کی فارسی غزلوں کا انتخاب دیا گیا ہے۔

کرنل خواجہ عبدالرشید (۱۹۱۲-۱۹۸۳ء) نے چنابی کے جو مختصر حالات درج کیے ہیں [۳۳] ان میں کوئی نئی بات نہیں ہے، سوائے اس کے کہ انھوں نے چنابی کا نام میتا کے بجائے "مسیتا" لکھا ہے۔

"تحفۃ الپنجاب" میں بھی چنابی نے اپنے اور اپنے والد حکیم درویش اور اپنے وطن کیلاس، ضلع گوجرانوالہ کے بارے میں اشعار شامل کیے ہیں۔ جن سے ایک طرف "عشقیۂ پنجاب" کے مندرجات کی تائید ہوتی ہے اور دوسری طرف کچھ نئے اشارات بھی ملتے ہیں۔ "تحفۃ الپنجاب" سے ماخوذ چنابی کے حالات اور ان پر دلالت کرنے والے چند اشعار حسب ذیل ہیں:

میتا نام

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے "تحفۃ الپنجاب" کے کاتب نے مصنف کا نام "حکیم میتا" لکھا ہے اور اس کی تائید "عشقیۂ پنجاب" سے بھی ہوتی ہے۔ "تحفۃ الپنجاب" میں شاعر نے اپنا نام واحد متکلم کے طور پر کہیں استعمال نہیں کیا، تاہم اپنے وطن کیلاس کی، ایک مسجد کا، جو درس گاہ بھی تھی، ذکر کرتے ہوئے وہاں تعلیم حاصل کرنے والے جن شاگردوں کے نام لکھے ہیں، ان میں ایک نام میتا بھی ہے اور یہ غالباً اپنی ہی طرف اشارہ ہے کیوں کہ شاعر نے اس درس گاہ کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے "ہمیں" علم و فضل کی راہ ملتی ہے اور اسے مرشد قرار دیا ہے:

سیومی کز قدیم آن درسگاہ است — ازو ما را بہ سوی فضل راہ است
سلیمان و حکیم خواندہ در وی — گدا و عبدالرحمٰن ماندہ در وی
ز فیاضی آنجا وقت تدریس — ربودہ منفعت میتا، چہ ادریس
میاں شکراللہ و ہم جاں محمد — فدا ہر یک شدہ در راہ احمد
درآن مکتب کہ ہم مرشد شریف است — کنون خلفی میاں عبداللطیف است
(ص ۱۳۶-۱۳۷)

چنابیؔ تخلص

چنابی اندرین راہ ہر کہ پوید
پی دنیا زعقبی دست شوید
(ص۱۱۲)

چنابی ہر چہ ہست از شامت ما ست
کہ این طوفان بفرق قامت ماست
(ص۱۳۱)

اسلاف کا ذکر

چنابی نے عمومی انداز میں اپنے اسلاف کے شاعر ہونے کا ذکر کیا ہے۔ہمیں معلوم ہے کہ ان کے والد حکیم درویش، ہندی رپنجابی اور فارسی کے شاعر تھے۔

چو اسلافم شکر گفتار گردان
بہ طبعم گرم این بازار گردان
(ص۳)

چنابی کے والدین

چنابی نے اپنے والدین کا ذکر مرحومین کے طور پر کیا ہے۔اپنی والدہ اور والد کی تعریف میں دو الگ الگ نظمیں لکھی ہیں۔ ان کی والدہ ایک نماز گزار خاتون تھیں جس نے چنابی کو بھی نمازی بنایا۔اسی مریم صفت کی دعا سے وہ ''مسیحا'' بنا۔اگر بیٹا مریضوں کو دوا دیتا تھا تو ماں مریضوں کی خدمت کرتی تھی۔بھوکوں کو کھانا کھلاتی تھیں۔چنابی اپنی والدہ کے مرض الموت اور وفات کے وقت ان کے پاس نہ تھا اور نہ ہی والدہ کا جنازہ اٹھا سکا۔آخری وقت میں اپنی والدہ کی خدمت سے محرومی کا ذکر اس نے بڑے دکھ سے کیا ہے۔(صفحات ۱۵۰-۱۵۲)

اس کے والد حکیم درویش امن آبادی رایمن آبادی (پیدائش:۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء، زندہ: ۱۰۶۶ھ/۱۶۵۶ء)، اپنے وقت کے طبیبِ حاذق تھے۔طبّ پران کی فارسی کتابیں

''طبّ اورنگ شاہی'' اور ''مفتاح حکمت'' (منظوم تصنیف ۱۰۶۱ھ/۱۶۵۱ء) اور ہندی - پنجابی تصنیف پران سکھ کے نسخے عام دستیاب ہیں۔ ہے یہاں ہم حکیم درویش کے بارے میں ایک نادر اطلاع پہلی بار درج کررہے ہیں جو ان کے ایک معاصر (میر عوض) سید میرزا المشہور بہ میرزا خان رضوی کے قلم سے ہے۔ میر عوض کے والد میرزا یوسف خان [پ: ۹۳۰ھ/۱۵۲۴ء مشہد] بن میرزا احمد خراسان کے رہنے والے تھے، اکبر (۹۶۳-۱۰۱۴ھ) کے دور میں ہندوستان آ گئے اور یہاں شاہی لشکر میں ملازمت اختیار کرلی۔ میر عوض نے تقریباً ۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹ء میں ''تاریخِ رضوی'' کے نام سے اپنے خاندان کی تاریخ لکھی اور اس میں اپنے والد اور اپنے مشاغل اور مصروفیات، جو زیادہ تر ہندوستان میں تھیں، بیان کی ہیں۔ اسی ضمن میں اس نے حکیم درویش سے اپنی ملاقات کا احوال بھی بیان کیا ہے جو انھی کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے:

> ''بتاریخ غرّۂ شہر جمید الاوّل، سنۂ مذکور حکمت پناہ، فضائل وکمالات انتباہ، حکیم زمانی، درویش محمد امنابادی، از کیلاسکی چیمہ نزول فرمود۔ چہ نویسم از خوبی آن حکمت مآب کہ ذات والا سمات والی صفاتش [کذا] جامع اطوار حکمت وفضایل بدیعہ وشامل آثار شمایل وقیعہ است۔ درفن سخن پروری ونظم آرایی خسرو شاعران روزگاراست و درشیوۂ حکمت و طبابت ہم پلۂ لقمان عالی تبار۔ درشیمۂ طلاقت لسان وفصاحت و ہر یک از فنون متداولۂ فضل و بلاغت، قرینہ و عدیل او درین عہد بہ ظہور نشتافتہ و بہ وجود خارجی اقتران نیافتہ۔ دانا دل و رموز شناس وسخن گزین، معنی نگار و نکتہ طراز ودقیقہ دان، تقریرش از حقایق تقدیر ترجمہ تدبیرش از مآثر تدبیر ترجمان، عقلش پی مکارم اخلاق اسطقش، فکرش پی مبانی آداب اسطوان، برصدر حکمت از گل تجرید تازہ مغز، درعشق کثرت از می توحید سرگردان، چون آسمان بہ تارک برخود سایہ کن، چون آفتاب بر دل ہر ذرّہ مہربان، سخن مختصر، کتاب مفتاح الحکمت را کہ در علم طبابت منظوم فرمودہ، بہ راقم لطف نمود۔ بہ سیالکوٹ حسب الخواہش وطلب سیادت پناہ میر قوام شتافت۔'' (۵)

پنجاب کے معروف فارسی گو شاعر، محمد اکرم غنیمت کنجاہی نے اپنی مثنوی ''گلزار محبت'' (تصنیف ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۸ء) میں پنجاب کی سیر کرتے ہوئے اور وہاں کی خصوصیات بتاتے ہوئے موضع کیلاس اور حکیم درویش کی حذاقت کا ذکر یوں کیا ہے:

بیا و مرہمی نہ بر دلِ ریش ز کیلاس قیاس طبّ درویش
بہ ساز حکمتش بینی ز فرہنگ کہ افلاطون بہ قانون شد کج آہنگ
چون زین دارالشفا یابی بدامان شفای عاجل از سودای یونان ۶ے

چنابی کے بہ قول ان کے والد ایسے ممتاز ہوئے کہ کیلاس، شیراز کے ہم پلہ ہوگیا۔ان کی حکمت کی شہرت جگہ جگہ تھی اور ان کی گولیاں (طبّی اصطلاح: حَبّ)اور شربت بے حد مؤثر تھے۔ ان کے فصد سے مفلوج رو بہ صحت ہو جاتے۔ان کے تیار کردہ سرمہ کے استعمال سے نابیناوں کو بینائی حاصل ہوتی۔ان کی طبابت کے سامنے کسی اور طبیب کا چراغ نہیں جلتا تھا اور سب ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے۔شہزادوں کو ان کی حکمت پر اعتماد تھا اور وہ ہر جگہ کام یاب تھے۔

ولی النعیم چون ممتاز گردید[کذا] علم کیلاس با شیراز گردید
پی عیسی دمی الحق سزا بود کہ شور حکمتِ او جا بجا بود
ز حَبّش لنگ را میلِ دویدن دویدن چہ، کہ قدرت بر پریدن
نہ تنہا حَبّ او مشکل گشا بود کہ شور شربتش ہم ہر کجا بود
شدی مفلوج بہ چون رگ گشادی پی مانع ز فصد الزام دادی
بہ خوشہ دانہ ہا را کور بشمرد چو سوی چشم میل کحل او بُرد
بہ عہدش ہر طبیبی روزگاری کشیدہ آستین از دست کاری
دوای او عصا افتادگان را یقین بر حکمتش شہزادگان را
مظفر جا بجا چون نرگس و وَرد ز خلعت پوشی آن گہ سرخ و گہ زرد
(ص۱۳۹-۱۴۰)

تحصیل علمِ طب

چنابی نے فصد کرنا اپنے والد سے سیکھا تھا۔والد نے اسے ایک مرصع نشتر عطا کیا۔ اس کے والد فصد کے وقت اس کے سر پر کھڑے رہتے۔ جب دیکھا کہ بیٹا سبک دست ہے تو پیچھے ہٹ گئے۔چنابی نے فصد میں اس قدر مہارت حاصل کرلی کہ فصد کرتے وقت خون کا ایک قطرہ بھی نشتر پر نہیں لگتا تھا۔۔چنابی نے کتبِ طبّ اپنے والد ہی سے پڑھی تھیں۔

بعد میں چنابی نے دوسرے جراحوں کی مجلس بھی اختیار کی اور قطرہ قطرہ علم جمع کر کے اس فن میں مزید مہارت حاصل کی۔ طبابت اختیار کرنے سے پہلے چنابی مفلوک الحال تھے، لیکن طبّ کے پیشے سے وابستہ ہونے کے بعد وہ دولت مند ہو گئے۔

پدر چون رگ زدن فرمود ما را — مرصّع نشتری بخشود ما را
ز شفقت بر سرِ من ایستادی — مرا پی رگ زدن رخصت چو دادی
بمن تا فصد رگ دمساز گشتی — سبک دستی چو دیدی بازگشتی
مرا در فصد رگ دست آن قدر بود — کہ از صافی بخون نشتر نیالود
پدر چون سوی استعداد من دید — کہ علم طبّ سزای یاد من دید
سبق از کتبِ [کذا] طب می داد با ما — ہمیشہ خورم و دلشاد با ما
شدم ہم بزم جراحان دیگر — کہ بودند آن علم در قدح و نشتر
ز ہر جا قطرہ قطرہ جمع کردم — کہ روشن طبع را چون شمع کردم
مرا بود از گدا ہم کم جدائی — توانگر گشتم آخر با گدائی

(ص ۱۴۶۔۱۴۷)

چنابی کا وطن ''کیلاس''

چنابی کا وطن ''کیلاس'' تھا جسے آج کل'' کلاس کے'' کہا جاتا ہے۔ یہ گوجرانوالہ۔ علی پور چٹھہ سڑک پر علی پور چٹھہ سے تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ اس وقت ایک بڑا گاؤں ہے لیکن چنابی نے اس کا ذکر ایک شہر کے طور پر کیا ہے۔ جس میں تین مساجد تھیں۔ مشرقی مسجد کا مؤذن بے حد خوش الحان تھا۔ دوسری مسجد کا بانی سلیمان مرحوم تھا جہاں علمِ دین کی قیل وقال بھی ہوتی تھی۔ چنابی نے اس مسجد کے خادم کے اخلاق کا بہت عمدہ نقشہ کھینچا ہے اور کہا ہے اگرچہ وہ متقی اور عجز و نیاز والا شخص تھا، لیکن نماز کے وقت تھانے دار بن جاتا اور بے نمازوں کے لیے اس کا اَبرو سے غصہ تیر چلانے سے کم نہ تھا۔ تیسری مسجد، پرانے زمانے ہی سے درس گاہ چلی آ رہی تھی، جہاں کئی لوگوں نے درس حاصل کیا(شاگردوں کے ناموں کا پہلے ذکر ہو چکا ہے)۔ اُس زمانے میں میاں عبداللطیف وہاں کے خطیب تھے۔

مصنف نے اپنے وطن کو شیراز کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ مصنف کے والد حکیم درویش نے بھی اپنی ہندی ر پنجابی نظم پران سکھ میں اسے شیراز کا مثیل کہا تھا:

جب درویش حکیم بجھائے راز تب گڑھ کیلاس بھئے شیراز

چنابی نے وہاں کے لوگوں کی تین خصوصیات بیان کی ہیں۔ ایک طبّ میں مہارت، دوسرا ریاست (یعنی سرداری)، تیسرا طلبِ علم اور جہالت ختم کرنے کا عزم۔ اور وہاں کی علمی فضا کا نقشہ کھینچا ہے۔ ایک شعر سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کیلاس کے کچھ لوگ امن آباد [ایمن آباد، ضلع گوجرانوالہ] سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ شاعر نے اس بات کا ذکر شاید اس لیے بھی کیا ہے کہ خود ان کے والد حکیم درویش کا پرانا وطن امن آباد ہی تھا اور وہیں سے کیلاس آئے تھے۔

مقیمانش بہ روشن طبع ممتاز ازین معنی ملقب شد بہ شیراز
سہ چیزش وِرد ارباب کیاست یکی زان طبّ بوَد، دیگر ریاست
زطبّ مرجع پی لنگان و کرہا فتادہ پالکی ہا پیشِ درہا
چنین دارالشفایی ہست کمیاب کزو رشک ولایت گشت پنجاب
سیومی بہر جہل از خود زدودن بہ ہر کس میلِ دانشمند بودن
بہ علم دینی اکثرش اہل خورسند پی نص و احادیث آرزومند
یکی در حجرہ ای تنہا نشستہ در از بیم خلل بر خَلق بستہ
یکی در کنج باغی اوفتادہ مقابل چشم خود جزوی نہادہ
بسا اہلانِ امن آباد در وی شدند از کسب دین استاد در وی
بسا کس غور در ہئیت نمودہ بہ قرعہ گویی در حکمت ربودہ
درو از علم بہ بہرہ کسی کم چو خواندہ اُمی از ندرت مکرم
بہ علم و فضل و دانش خواندہ مسرور بہ یکتایی خود اُمی نیز مغرور
بہ ہر سویش رواج شعر خوانی بہ ہر جا رونقی از نکتہ دانی

(ص ۱۳۷-۱۳۸)

شاعر نے اپنی یہ مثنوی ایک گاؤں میں بیٹھ کر ختم کی تھی جو دریاے چناب کے کنارے آباد تھا۔ چنابی نے اگرچہ اس گاؤں کا نام نہیں لکھا، غالباً یہ اس کا سسرالی گاؤں تھا۔ مصنف جب مثنوی ختم کر چکا تو گاؤں کی ایک لڑکی اُٹھی اور اس نے شاعر سے یہ کہا کہ تم پنجابی

میں پیلو شاعر سے بڑھ کر ہو، لیکن مجھے نہیں معلوم کہ نظم اور نثر میں تم کیسے ہو؟ تمہیں اس جگہ کی بھی تعریف لکھنی چاہیے:

چنین جایی کہ از وی شادی تست   شمر در خلق از دامادی تست
ز وصفش طبع تو غافل چرا ہست؟   بہشت ار خوانیش، آن ہم سزا ہست
بگفتم: چون در آغاز جوانی   درین دیہ آمدم پی شادمانی
ز تقوی و نکو پیوندیِ ما   ہمہ کس را غرض خورسندیِ ما
کس از غیرت برویم در نبستی   کہ از دختر جدا مادر نشستی
ہرآن دختر کہ در کویم بدیدی   بہ سوی خانہ ام دامن کشیدی
بہ صاحب خانہ کس یادم چو دادی   گداوش بر درِ خود ایستادی
تماشایی بہ دخترہا کہ دیدی   مرا از حسرت اہی بر کشیدی
کہ ہر یک پاک کردار و نمازی   سزاوارِ دعای جان درازی
علامت روزہ اش بہر جوانی   بلوغ او عیان از وِرد خوانی
سراسر مسلۂ دین گفتگویش   چو شبنم شستہ گل رو از وضویش
(ص۱۵۵-۱۵۶)

چنابی نے جب یہ چند اشعار کہے تو وہ لڑکی خوش ہوگئی۔ اس کے بعد چنابی نے کچھ اور اشعار اپنی کسی پاک باز عزیزہ کی تعریف میں لکھے ہیں:

کہ بود آن خانہ بہر عصمتِ ما   نہ تنہا عصمتی، ہم حشمتِ ما
زدین داری برای شرع تابع   ز اخوان ثالث آن ثانی رابع
ز یاد حق زبانش پُر حلاوت   کفیل از پی نجات او تلاوت
مرا از وی بہ پدری راہنمایی   جوان در سال، پیر از پارسایی
ہمہ مقبول شد رنج جواہر   بدستش کامد آن گنج جواہر
دعای او بوَد مشکل گشایم   کند سبقت بہ تاثیر از دوایم
(ص۱۵۶-۱۵۷)

مصنّف کے مختلف سفر

مصنّف نے تقریباً سارے ہی پنجاب کی سیر کی تھی۔ اور اس کی اکثر جگہیں دیکھی تھیں۔

ہمہ پنجاب را گردیدہ ام من   بسا اقطاع او را دیدہ ام من
(ص ۱۲۷)

وہ ایک دفعہ حضرت شیخ فرید گنج شکر کے روضے کی زیارت کرنے نوشہرہ سے [پاک] پٹن گئے۔

ز نوشہرہ پٹن را دیدہ ام من   گل از باغ سعادت چیدہ ام من
(ص ۸)

وہ چنیوٹ [مصنّف کا تلفظ: چندنوت] کی یادوں سے بھی مسرور تھا۔

دلم خرم ز یادِ چند نوت است   لطافت خانہ زادِ چند نوت است
(ص ۱۰۳)

لاہور کے ایک مزار کی زیارت کے ضمن میں لکھا ہے کہ انھیں وہاں کسی ناکردہ گناہ کی سزا ملی:

فریدانہ زیارت کردہ ام من   گنہ ناکردہ دُرّہ خوردہ ام من
چوخوردم دُرّہ، گفتم این سبب چیست   رفیقان را چنین شوروطرب چیست؟
(ص ۹۳)

شاعر نے ایک دفعہ اورنگ زیب عالم گیر سے ملاقات بھی کی تھی (ص ۱۲)۔ اس نے مقام ملاقات نہیں لکھا۔ ممکن ہے دہلی کا سفر کیا ہو۔

مصنّف کے عقاید

مصنّف مذہباً سنّی ہیں اور اہلِ سنت و جماعت کی طرح اہلِ بیت کے محبّ و معتقد بھی ہیں۔ سلسلۂ چشتیہ میں بیعت تھے، یہی طریقہ ان کے والد کا بھی تھا۔ دونوں، حضرت شیخ فرید گنج شکر کے معتقد تھے۔

مطیعم از برای چار یارش سگم یعنی ز بہر ہر سوارش
مقرّم از پی تفضیل شیخین مجمم از برای حبّ حسنین
نہ تنہا خاکپای بوترابم کہ از پابوس ہر یک فیض یابم
زہی دینداری و سنت جماعت ہمین است ای سزاوار شفاعت
(ص ۷)

مصنّف کی عمر اور اولاد

''تحفۃ البنجاب'' کی تصنیف کے وقت مصنّف غالبًا اپنی عمر کے پچاس سال گذار چکے تھے۔

چہ نفع ار سال عمرم گشت پنجاہ چہ آگاہ از خدا، از خود نہ آگاہ
(ص ۲۳)

مصنّف کے دو بیٹے تھے۔ایک خُرد سال اور دوسرا جوان سال۔مصنّف اپنے بڑے بیٹے سے نالاں تھے۔باپ بیٹے کو طبّ کا پیشہ اختیار کرنے کو کہتا، لیکن وہ اس طرف مائل نہ ہوا۔اسے علم کی طلب نہیں تھی۔عربی زبان سے اس کی طبیعت نفور تھی اور وہ فارسی شاعری سے دل چسپی رکھتا تھا۔وہ والد کے قابو میں تھا۔اس کے باوجود والد کو بیٹے کی بعض باتیں پسند تھیں۔اس کی آنکھوں میں حیا تھی۔وہ اپنے ہم سروں کی طرح نظرباز نہیں تھا اور نماز پڑھتا تھا۔(ملخصاً ص ۱۴۲-۱۴۴)

مثنوی ''تحفۃ البنجاب'' کا تعارف

تاریخِ تصنیف اور مقامِ تصنیف

چنابی نے یہ مثنوی چند ماہ میں کہی اور ۱۱۰۰ھ/۱۶۸۹ء میں مکمل کی۔

بوی گنج معنی رنج بردم بعرصہ چند مہ تصنیف کردم
(ص ۱۵۲)

سنہ ہجری ہزار و صد عیان بود چنابی، نامہ را با گوہر آمود
(ص ۱۵۷)

مصنّف نے اپنے وطن ''کیلاس'' کی تعریف میں ایک نظم مثنوی میں شامل کی ہے اور اسی کے بعد'' خاتمہ کتاب'' کی نظم میں اپنے گاؤں کا ذکر کیا ہے جو دریاے چناب کے کنارے آباد تھا اور یہ مثنوی وہیں اختتام پذیر ہوئی:

پی این نسخہ کز دین محتشم ہست چہ دلکش دِہ بنگر مختتم ہست
عجب جایی است وخوش ختم کتاب است کہ یارب این چنابی وان چناب است
(ص ۱۵۵)

مثنوی کی ترتیب، مندرجات اور موضوعات

شاعر نے مناجات میں اپنی مثنوی کا موضوع واضح کردیا ہے:

کہ در وی اکثر از دین قیل وقال است سخن از زلف و عارض، خال خال است
درو وصف بزرگان دَرج کردم زگوہرہاش پُر چون دُرج کردم
(ص ۴)

مصنّف نے اسے چار'' مقالات'' پر مرتب کیا ہے:

پہلے مقالے کا عنوان'' مدح اسلام'' ہے۔اس میں فقہی مسائل بیان کیے ہیں۔

دوسرا مقالہ علم طبّ پر ہے۔

تیسرا مقالے کا عنوان'' مدح پنجاب'' ہے اور یہی اس مثنوی کا طویل ترین اور بنیادی مقالہ ہے جس میں اپنے دَور کے پنجاب کے معاشرتی حالات اور اس کے اسباب بیان کیے ہیں۔

چوتھے مقالہ کا عنوان'' در بیان حقیقت پنجاب کہ بہ سبب دوری بادشاہ وظلم ظالمان چہ حال دارد ونیز بعضی حقایق دیگر ہم مندرج است'' ہے یعنی بادشاہ وقت کے دور ہونے کے باعث اور ظالموں کے ظلم سے پنجاب کی کیا حالت ہوگئی ہے۔

نظموں کے عنوانات کی ترتیب اس طرح ہے:

★ مناجات، مقالہ اول مسمی بہ'' مدح الاسلام''از''تحفہ پنجاب'' کہ مشتمل بر چہار مقالات است (ص ۲)

- نعت سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۴)

- نعت مکرّر کہ آن را عمر دوبارہ می توان خواند کہ این احقر نجات خود بہ این دو وسیلہ متوقع است۔ ختم اللہ بالخیر (ص ۵)
- ستایش قطب الاقطاب حضرت شیخ فرید شکر گنج قدس اللہ سرّہ (ص ۷)
- تعریف بادشاہ عالم گیر حضرت اورنگ زیب غازی سلمہ اللہ تعالیٰ (ص ۹)
- مشرف شدن این احقر بہ زیارت بادشاہ دین پناہ و مشاہدۂ آنجا نظم کردن (ص ۱۲)
- تعریف اسپان کہ در جنگ کفار بادشاہ بر آن ہا سوار می شد و ہر کدام بہ صفات دُلدل موصوف است۔ (ص ۱۴)
- تعریف پیلان کافر کُش وصف شکن علی الخصوص پیل خاصہ سواری بادشاہ ظلّ اللہ مروّج اسلام (ص ۱۵)
- تعریف بعضی مقرّبان بادشاہ دین پناہ کہ ہر کدام بہ وصف تدیّن و تعصّب موصوف و معروف بودہ، بیان حضرت قاضی عبدالوہاب (ص ۱۶)
- تعریف ملّا عوض وجیہ ماوراء النہری مقرّب بادشاہ عالم گیر (ص ۱۸)
- تعریف مُلّا یعقوب لاہوری کہ بہ سبب مولویت شہرۂ آفاق و مختص بہ قرب بادشاہ بود چنان کہ در علوم تصانیف بسیار دارد۔ (ص ۱۹)
- تعریف شیخ نظام و شیخ محمد اکرم کہ بہ تدیّن مولویت آراستہ و بہ فیاضی و کارگشائی مردم غربا مشہور و موصوف بودند۔ (ص ۲۰)
- در تعریف سخن گفتن و آداب شنیدن (ص ۲۰)
- در انکسار نفس خود و تصیع عمر و شمہ ای در حقیقت عذاب القبر (ص ۲۱)
- تعریف صلوۃ طرح جدید کلید نجات کہ از عمل آن ملک صفات می توان شد۔ (ص ۲۴)
- شمار فرایض وضو کہ ضبط آن اہم المہمات است۔ (ص ۲۵)
- شمار سُنّت ہای وضو (ص ۲۵)
- در نواقض وضو (ص ۲۶)
- شمار فرایض نماز (ص ۲۸)
- شمار واجبات نماز (ص ۲۸)

- شمار سنّت ہای نماز (ص۳۰)
- شمار مستحبات نماز (ص۳۳)
- تعریف روزہ بہ طرح جدید (ص۳۴)

★ مقالۂ دوم در تعریف علم طب کہ نافع بندہ ہای خداست ومہارت آن ضرورت است (ص۳۷)
- بیان کردن حکایت در آن کہ زندگانی عبارت از تندرستی است۔ (ص۳۹)
- اوصاف طبیب (ص۴۱)

شرایط اسہال دادن (ص۴۲)
قواعد رگ زدن (ص۴۵)، یہ مضمون اس شعر پر ختم ہوتا ہے:

بحمد اللہ کہ این دلکش رسالہ مزیّن شد بہ ختم این مقالہ

اس کے بعد قناعت، تواضع اور کرم کی تعریف میں نظمیں ہیں اور مقالۂ دوم اختتام پذیر ہوتا ہے۔

★ مقالۂ سوم مسمّی بہ ''مدح پنجاب'' وستایش بزرگان پنجاب (ص۸۱)
- در تعریف ملتان و بزرگان ملتان (ص۸۳)
- در مدح قدوۃ الاولیاء حضرت شیخ داود قدس اللہ سرہ وستایش روضۂ منورہ کہ سرمایۂ فخر پنجاب است۔ (ص۸۴)
- در مدح حجرہ وستایش حقایق آگاہ معارف دستگاہ حضرت شاہ میر سلمہ اللہ (ص۸۶)
- در تعریف اُچّہ حضرت سید جلال قدس اللہ سرّہ (ص۸۷)
- در تعریف لاہور کہ بہ مشابہ او شہری نیست۔ (ص۸۸)
- تعریف مقام ہای بزرگان لاہور (ص۹۱)
- تعریف مسجد جامع لاہور عرف بادشاہی (ص۹۳)
- تعریف منارۂ مسجد (ص۹۵)
- در تعریف نخاس می گوید (ص۹۶)

- تعریف مسجد وزیر خان (ص۹۸)
- تعریف نقاشان لاہور (ص۹۹)
- درتعریف باغ شالہ مار (ص۱۰۰)
- تعریف مسجد چند نیوت کہ مبنی حفظ اللہ خان رفیع الشأن است و نیز ستایش سواد چند نیوت درحق امن و امان ودلکشایی ومولد نواب مرحوم است۔ (ص۱۰۲)
- درتعریف نواب فخر پنجاب مرحومی سعد اللہ خان جعل اللہ الجنۃ مثواہ (ص۱۰۶)
- درتعریف مرحوم نواب وزیر خان آصف زمان جعل اللہ الجنۃ مثواہ (ص۱۰۷)
- درتعریف سعد الدین زمان، ہمہ دان، مولوی عبد الحکیم قدس اللہ سرہ (ص۱۰۹)
- درتعریف سیادت ونقابت پناہ، سرآمد اتقیا سید محمد فاضل قدس اللہ سرہ (ص۱۱۰)
- درتعریف مرقد منورہ سیادت مآب... (ص۱۱۲)، نسخہ یہاں سے ناقص ہے۔
- درتعریف ثقۃ الدین، خمول گزین، میاں جمال نور اللہ مرقدہ (ص۱۱۴)
- درستایش مقبول مولی میاں دولی (ص۱۱۵)
- تعریف پل ہای میاں دولی (ص۱۱۶)
- درتعریف بزرگان طوبی لہم وحسن مآب کہ بر لب چناب بہ یاد خدا مشغول بودند۔ (ص۱۱۷)
- ایضا تعریف بزرگان چناب (ص۱۱۸)
- درتعریف قاضی رستم کہ در تدیّن وتعصب بی بدل بود و نیز شمہ ای از فضل وکمالات فرزند رشید او ملقب بہ نظام الدین محمد دام بقایہ (ص۱۱۹)
- درتعریف پارسایان کامل و مذمّت ریاکاران کہ رذایل را عبارت از اہمال در شرع است پیش کردہ خود را "شیخ" می گیرند نعوذ ا باللہ منہا (ص۱۲۲)
- درتعریف گکھڑان کہ پشت بر پشت و پدر بر پدر مقربان بادشاہ تیغ زن وصف شکن اند خصوصاً از آن جملہ اصالت خان رستم زمان سلمہ اللہ تعالی (ص۱۲۳)
- ایضا درستایش سواد پنجاب (ص۱۲۶)
- درتعریف بعضی مساکن پنجاب درحق اعتدال ہوا وتندرستی وچالاکی اہل آن (ص۱۲۷)

★ مقالۂ چہارم ''در بیان حقیقت پنجاب کہ بہ سبب دوری بادشاہ وظلمِ ظالمان چہ حال دارد ونیز بعضی حقایق دیگر ہم مندرج است'' (ص ۱۲۹)

- در تعریف مساجد کیلاس وفضل وحکمت وریاست کہ بادی انگشت نما است، الحق جای دلاویز ومردم خیز است۔ (ص ۱۳۵)

- در تعریف والد خود یعنی مرحومی حکیم درویش ونیز ایمای کردن کہ از چہ قسم قبیلہ بود و شکایت سرداران حال وتعریف اسلاف (ص ۱۳۸۔۱۳۹)

- در اظہار حقایق احوال خود و پند ونصیحت فرمودن بہ فرزندان ارجمند (ص ۱۴۱)

- در تعریف عصمت پناہ والدۂ مرحومہ (ص ۱۵۰)

- در اظہار کسب و پیشہ طبابت خود و شکایت از بی امتیازی زمانہ و ستایش کتاب ''تحفۃ البنجاب'' (ص ۱۵۲)

- در خاتمۂ کتاب مستطاب و جوابِ سوال دختری کہ نسبت او بہ طریق معما در بیت بیان نمودہ (ص ۱۵۴)

مقامی الفاظ کا استعمال

اس مثنوی میں کہیں کہیں مقامی الفاظ کا بھی استعمال ہوا ہے، چند مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

کند در پای پیل خویش زنجیر　　کہ تا نرود زجا از گولہ و تیر
(ص ۱۱)

ملک در گرد آن دین را پناہی　　چو چوکی ہا بگرد خفتہ شاہی
(ص ۸۵)

کدامین میر و خان و شاہزادہ　　کہ در وی چوکی از پی شہ ندادہ
(ص ۱۰۱)

شعری کمزوریاں

مثنوی "تحفۃ البنجاب" میں جہاں بلحاظ مضمون بہت سی خوبیاں ہیں، وہاں فنی اعتبار سے اس میں کمزوریاں بھی پائی جاتی ہیں۔ سب سے اہم مسئلہ عربی/فارسی الفاظ کا ہے جن کی بندش مقامی تلفظ کے ساتھ ہوئی ہے یا ایسے تلفظ کے ساتھ انھیں باندھا گیا ہے جو فصیح نہیں ہے اور غلط ہے۔ چند مثالیں:

(۱)

خوش آن کز خواندنش خورسند گردد — بہ شرف دین سعادت مند گردد

(ص۴)

شاعر نے شرف کی راء کو متحرک کی بجائے ساکن باندھا ہے۔

(۲)

نہ این احقر ز خود شیرین کلام است — شکر ریزش ز اثر این مقام است

(ص۶)

شاعر نے اثر کی ثاء کو متحرک کی بجائے ساکن باندھا ہے۔

(۳)

مریدانش فراوان چند در چند — بہ گردِ او چو مگس انبوہ بر قند

(ص۷)

شاعر نے مگس میں گ کو متحرک کی بجائے ساکن باندھا ہے۔

(۴)

بہ نظر شہ گذشتند اسپ خوش رنگ — بہ جستن عرصۂ گیتی بر آن تنگ

(ص۱۴)

شاعر نے نظر کے ظاء کو متحرک کی بجائے ساکن باندھا ہے۔

(۵)

بہ عمل و علم در عالم فسانہ — ابی یوسف برای این زمانہ

(ص۱۶)

شاعر نے عمل کی میم کو متحرک کی بجائے ساکن باندھا ہے۔

(۶)

خوش آن شخصی کہ کرمش یادگار است　　کہ حاتم را کرم شمع مزار است
(ص ۸۱)

شاعر نے ایک ہی شعر میں کرم کے دو الگ الگ تلفظ کیے ہیں۔ پہلا غلط اور دوسرا صحیح۔

(۷)

چنین شہری کہ آباد از قدیم است　　زخلل و آفت آزاد از قدیم است
(ص ۸۳)

شاعر نے خلل کے پہلے ''لام'' کو ساکن باندھا ہے حالانکہ یہ متحرک ہے۔

مندرجہ ذیل اشعار میں خط کشیدہ الفاظ اشعار کے وزن کو خراب کر رہے ہیں:

(۸)

نہ کار خود بہ زر و سیم کردہ　　بہ فاتحہ فتح ہفت اقلیم کردہ
(ص ۸)

(۹)

زصرف خاص و نخوش خورد و آشام　　ز بیت المال جود می کند عام
(ص ۱۲)

(۱۰)

ز آمد و رفتِ مردم شور آنجا ست　　نہ یک لاہور، صد لاہور آنجاست
(ص ۹۸)

(۱۱)

ز آمد و رفتِ زرپوشان در آنجای　　خیابان پُر ز نقش پای بر جای
(ص ۱۰۱)

بعض اشعار بالکل مہمل ہیں یا کاتب نے کتابت کرتے وقت مہمل بنادیے ہیں۔ مثلاً:

(۱۲)

بمردم فیض غرض از قرب جاہ است　　کہ بخل از آب بر دریا گناہ است
بہ فیاضی است قرب شاہ نیکو　　کہ سرد بہ طرب انگیز بر جُو
(ص ۲۰)

پنجاب کے حقایق اور معاشرتی خرابیاں

شاعر نے چوتھے مقالے میں اورنگ زیب عالم گیر کی وفات سے کوئی اٹھارہ سال پہلے، سترہویں صدی عیسوی کے اواخر میں پنجاب کی خرابیاں بیان کی ہیں اور اس کا سبب بادشاہ وقت کی یہاں سے دوری اور ظالموں کے مظالم قرار دیا ہے۔ گویا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ بادشاہ وقت اورنگ زیب عالم گیر چوں کہ پنجاب سے دور ہے اور وہ یہاں کے عمّال اور حکّام کی براہ راست نگرانی نہیں کرسکتا، اس لیے یہ حکّام دیدہ دلیری سے مظالم ڈھاتے ہیں۔ یہاں ان اشعار کا ایک ملخص ترجمہ پیش خدمت ہے:

''زمانے کے حالات بدل گئے ہیں۔ بازارِ زمانہ کی اب وہ رونق نہیں رہی۔ رشوت کا چلن حد سے بڑھ چکا ہے۔ رشوت سے بڑھ کر اس وقت کوئی کام نکالنے والی چیز نہیں ہے۔ رشوت سے محلات رشکِ بہار ہیں اور گھر زرین نگار ہیں۔ اب مسلمان بھی ہندوؤں کی طرح سود کھاتے ہیں اور اب ان میں سوائے کلمہ [طیبہ] کے اور کوئی فرق نہیں رہ گیا۔ پرہیز گار لوگوں نے تقوی کا اور گداوں نے صبر کا دامن چھوڑ دیا ہے۔ امراء ایسا مقام و مرتبہ رکھتے ہوئے بھی اب کسی کی دست گیری نہیں کرتے۔ امینوں کو اب بادشاہ کا خوف نہیں رہا اس لیے کہ انھیں خدا کا خوف نہیں رہا۔ قید خانوں میں اس قدر قیدی ہیں کہ رات کو ان کی زنجیروں کی آواز سے کوئی سو نہیں سکتا۔ خیانت کے اس دَور میں اس کی بہن دیانت عنقا ہو چکی ہے۔ ظلم و ستم اور بے انصافی بڑھ جانے سے نہ بادشاہ کا خزانہ [بیت المال] محفوظ ہے نہ لوگ شاد و آباد ہیں۔ موجودہ زمانے میں کوئی اپنی جاگیر پر قناعت نہیں کرتا اور اس کا منصب لوٹ مار کا بہانہ بنا ہوا ہے۔ یہ حکام اگرچہ بادشاہ کو آدھا حصہ دیتے ہیں لیکن سو سو نخروں سے۔ وقائع نویسوں اور امینوں کا یہ حال ہے کہ رشوت لے کر غمگین رعایا کو خوش حال لکھ دیتے ہیں اور ویران کو آباد۔ اگر کوئی امین کسی لشکر سے شکست بھی کھا جائے تو [رشوت خور] وقائع نویس [بادشاہ کو] لکھے گا کہ اسے فلاں مقام پر فتح حاصل ہوئی۔ بے شک پورا ملک امین سے تنگ ہے لیکن وہ اب بھی دربار سے اپنے لیے منصب [یا انعام] میں اضافے کا امیدوار ہے۔ اگر قسمت سے کوئی کافر گرفتار ہو جائے تو عوام اس سے بہت مایوس ہوتے ہیں، کیوں کہ انھیں معلوم ہے کہ یہ کافر کلمہ پڑھ کر رہا ہو جائے گا اور ہنسی خوشی اپنے گھر لوٹ جائے گا۔ اور اگر [مسلمان] رعایا

گرفتار ہوتو وہ اپنی آزادی سے مایوس ہوتی ہے، کیوں کہ اس پر ظلم کرنے والے کے لیے کوئی سزا نہیں ہے اور اگر یہ مظلوم مار ڈالا جائے تو اس کا خون بہا نہیں ہے۔ اگر کوئی کسی کا کُتا مار ڈالے تو کُتے کا مالک اسے پکڑ لیتا ہے، لیکن اگر دہقان مارا جائے تو کچھ نہیں ہوتا۔ بادشاہ اپنے حکام کی برائیوں سے بہت کم آگاہ ہے۔ بادشاہ کو اس قدر بھی مغرور نہیں ہونا چاہیے۔

بھائی بھائی سے سود لیتا ہے۔ صرف شوہروں کے دل میں ہی وفا نہیں رہی، عورتوں کی آنکھوں سے بھی حیا جاتی رہی ہے۔ اگر کوئی پیاس سے مر رہا ہو تو کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ کوزہ اٹھا کر اس کے لب ہی تازہ کردے۔ کسی دولت مند کے راستے میں اگر کوئی اندھا[بھکاری] بیٹھا ہو تو وہ منہ پھیر کر آگے نکل جاتا ہے۔

ہندوؤں کے لیے بادشاہ کی طرف سے منصب کی ممانعت ہے کیوں کہ دین[اسلام] میں کسی [غیر مسلم] کو مرجع قرار دینا گناہ ہے۔ یہ لوگ اس طرح عالی مسندوں پر بیٹھے ہوئے ہیں کہ تکبر اور غرور سے ہماری طرف دیکھتے بھی نہیں۔ دین دار لوگوں کو بے عزت کرنے لیے ان پر کبھی ہنستے ہیں اور کبھی مسکراتے ہیں۔ سلام وتسلیم پیش کرتے وقت یہ ہم سے تغافل برتتے ہیں اور انتقام لیتے ہیں۔ لوگ ان کی نازک مزاجی سے تنگ آچکے ہیں۔ مؤذن اپنی اونچی آواز سے ڈرتا ہے[مبادا ان کی طبع پر گراں گذرے]۔ مؤذن کو اذان اور اقامت سے اپنے ہمسائے کی ملامت کا خوف رہتا ہے۔ ذکر کرنے والے اونچی آواز سے ذکر نہیں کرسکتے مبادا کوئی ہندو بیدار ہو جائے۔ اذان اور اقامت سن کر کافروں کے ماتھے پر بل پڑ جاتا ہے۔ ایسے [منصب دار کافروں] کی مجلس میں دین کی بات کون کرے؟ بہت سے مشائخ یادِ حق سے غافل بیٹھے ہیں اور ذکر[حق] سے لب بستہ ہیں۔ ہر پکڑ دھکڑ میں ان منصب داروں کے لیے شان و شوکت ہے۔ ہر بے عقل حاکم کے پیچھے کوئی ہندو وزیر ہے تا کہ اگر حاکم کسی کا خون بہادے تو یہ وزیر اس حاکم کو سہارا دے۔ مسلمان ہندو کے دروازے پر بدبخت ہے، [اور فریاد رسی کے لیے] گلی کوچے میں اس کے پیچھے پیچھے بھاگتا ہے۔

مسلمان را ز ہیبت زان دویدن نہ مانع آب، نی اذان شنیدن
زبسیاری شان در کوچہ و بام گہی اذان شود معلوم اسلام
(ص ۱۳۴)

''جومسلمان ان ہندووں کی مجلس میں جانے میں شرم محسوس نہیں کرتا، مجھے نہیں معلوم وہ خود زُنّار کیوں نہیں پہن لیتا[یعنی خود ہندو کیوں نہیں ہو جاتا]ان ظالم حکام پر خدا کا قہر نازل ہو جو ہندووں کو اپنا مرشد بنائے ہوئے ہیں۔ہم اپنی دین داری پر اس قدر افسردہ حال ہیں کہ ہمارا بادشاہ ہم سے بہت دور ہے، ہم کس کے سامنے اپنی فریاد پیش کریں؟بادشاہ کی دوری کی وجہ سے ہماری خوش حالی اور آبادی، ویرانی میں بدل چکی ہے۔میں زمانے کی نگاہ سے اس قدر گر چکا ہوں کہ میں نے ہندووں کی طرح جزیہ دیا ہے۔کسی مظلوم سُنّی کی سفارش ایسے ہی جیسے کُتّے کے کاٹے کے لیے پانی۔ظالموں کے ظلم سے رعایا تنگ ہے، ہر رافضی سُنّی کی تاک میں ہے۔اس مُلک میں اب بادشاہ کی ضرورت ہے۔اس اندھیری رات میں مشعل کی ضرورت ہے۔''(ص۱۲۹-۱۳۵)

''شاعر نے اپنے بیٹوں کو جو نصیحتیں کی ہیں ان میں بھی زمانے کی خرابیوں کا احوال پوشیدہ ہے بالخصوص اپنے وقت کے زمین داروں اور سرداروں کی خبر لی ہے۔مثلاً وہ کہتا ہے کہ اب ہرگز زمین داری نہیں کرنی چاہیے۔اس لیے کہ بہت سے باصلاحیت لوگوں کو زمین داری نے خوار کیا ہے۔زمین داری اُس وقت اچھی ہے جب انصاف ساتھ ہو۔اس زمانے میں ایسا مزارع کہاں ہے جو خوش حال ہو؟زمین داری میں اب مزہ کم اور خواری زیادہ ہے۔اس کی مثال ایسے اونٹ کی ہے جس کی پیٹھ پر بوجھ ہو اور وہ غذا خوار ہو۔ہندووں کے آگے[جھک کر] سلام کرنا اور ہر مالک کی غلامی کرنا بے عقلی کی بات ہے۔جس سر پر خدا کا فضل ہے وہ [خدا کو]سجدے کے لیے ہے[ہندووں کو جھک کر] سلام کے لیے نہیں۔ہاتھ صرف نماز میں باندھنا جائز ہے، بندے کے آگے ہاتھ باندھنے کا کوئی جواز نہیں۔شریعت کے مخالف کو بے شک ''سردار'' کہا جائے، بزرگ لوگ اسے بدکار ہی سمجھتے ہیں۔اب سردار وہ ہے جو رند، مفلس،غمّاز[چغل خور] اور بدذات ہے۔سردار لفظی اعتبار سے تو اچھا ہے لیکن معنوی لحاظ سے بُرا ہے۔ایک پیادہ ہاتھ میں ڈنڈا لیے اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔یہ کس قدر رسوائی کا مقام ہے کہ دہقان خوش حال ہیں۔زمین داری جب عام لوگوں کا پیشہ بن جائے تو حسب ونسب برباد ہو جاتا ہے۔ایسا پیشہ جس میں ''انظلام'' ہو، اہل غیرت کے لیے حرام ہے۔ہر گاؤں میں دوسو بیکار آدمی ہیں اور ان میں ہر ایک ''سردار'' کہلاتا ہے۔یہ سرداری نہیں، رسوائی ہے۔'' (ملخّص ترجمہ،صفحات ۱۴۸-۱۵۰)

''تحفۃ الپنجاب'' میں مذکور رجال

مثنوی ''تحفۃ الپنجاب'' میں جن افراد کا ذکر ہوا ہے، ان کے اسماء کی ایک فہرست، بہ ترتیب تہجی پیش خدمت ہے:

- اسماعیل چنابی (ص ۱۱۷)
- اصالت خان رستم زمان گکھڑے (ص ۱۲۳)
- جمال چنیوٹی (ص ۱۱۸)
- حسام الدین ہزاروی (ص ۱۱۸)
- سید محمد فاضل (ص ۱۱۰)، ان کی شخصیت کی تصویر چنابی کے اِن اشعار سے ابھرتی ہے:

خوش آن سرمایۂ فضل و فواضل　　مروّج شرع میران سید فاضل
فقیہ و متقی و کوہ اسلام　　ہمہ کس را ز دینش امن و آرام
نبردہ گاہ نام سیم و زر ہم　　مگر در فقہ خواندہ قدر درہم
خط او پیش شہ منظور می بود　　ازین کاڑش نباشد دور می بود
ز کلک او ہزار امیدواران　　شفاعت خوان حتی صوبہ داران

- شاہ میر ساکن حجرہ شاہ مقیم (ص ۸۶)
- شیخ داود کرمانی (ص ۸۴)
- شیخ محمد اکرم (ص ۲۰)
- شیخ نظام (ص ۲۰)، چنابی نے شیخ محمد اکرم اور شیخ نظام ۸؎ دونوں کی مدح میں جو مشترکہ نظم لکھی ہے اس میں ان کی فیاضی اور لوگوں کی حاجت روائی کا خاص بیان ہے:

ز فیاضی کہ ورد خاص و عام است　　ندیم شہ، کرم پیشہ نظام است
شمر گشتہ بہ علم و پارسایی　　کمر بستہ پی حاجت روایی
ز ہمت مرجع امیدواران　　گشایش دِہ برای بستہ کاران

- قاضی رستم (ص ۱۱۹)، بقول چنابی، قاضی رستم کے جدّ خجند سے امن آباد آئے تھے اور رستم امن آباد کے قاضی مقرر ہوئے:

خوش آن قاضی امناباد رستم　　ہمہ انصاف عدل و داد رستم

قضا کو انھوں نے اس طرح نبھایا کہ اب ان کے بعد مظلوم انصاف سے مایوس ہو گئے ہیں۔ جود و سخاوت ان پر ختم تھی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کمر بستہ رہتے تھے۔ دین کے دشمنوں کو قتل کرنے کے لیے شمشیر بہ کف رہتے تھے صرف مہر والے قاضی نہیں تھے۔ ان کے بیٹے نظام الدین محمد کا ذکر آگے آئے گا۔

- قاضی عبدالوہاب[9] (ص ۱۶)، چنابی نے ان کی مدح میں تیرہ بیت لکھے ہیں۔ اس کے بقول وہ اپنے علم و عمل کی وجہ سے مشہور تھے اور اپنے وقت کے ابو یوسف تھے۔ ان کے زمانے میں وہی شخص چوری کرنے کہ جرأت کرتا تھا جسے اپنے ہاتھ سے ہاتھ دھونا ہوں۔ ان کی تلوار گبروں کے خون سے رنگین تھی۔ وہ صابیوں سے دب کر نہیں، طمطراق سے بات کرتے تھے۔ جو شخص واجب القتل ہوتا اسے وہ قتل کرواتے۔ ان کے دروازے پر صدی اور ہزاری منصب والے دست بستہ کھڑے رہتے۔ انھوں نے اپنا گھر رشک گلزار ارم بنا دیا تھا۔ سرخ، سبز اور زرد چھجے تھے [عماری ھای سرخ و اخضر و زرد] ان کے خیمے کا نشان دستار تھا اور وہ دین کی عزت کے لیے کوشاں رہتے۔ ان کا دروازہ دیکھ کر مظلوم ایسے خوش ہوتے جیسے عید کا انتظار کرنے والے چاند کا مطلع دیکھ کر۔ فقہ میں ان کا استحضار حد سے بڑھا ہوا تھا۔ وہ فقیہ، پارسا اور مجتہد تھے۔ (ملخص ترجمہ)
- مُلّا یعقوب لاہوری[10] (ص۱۹)، چنابی کی ان کی مدح میں نظم کا عنوان ''تعریف مُلّا یعقوب لاہوری کہ بہ سبب مولویت شہرۂ آفاق و مختص بہ قرب بادشاہ بود چنان کہ درعلوم تصانیف بسیار دارد'' قائم کیا ہے اور ان کی مدح میں سات اشعار کہے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے: ''علماے اسلاف کا ان سے فرق بس زمانے کے تقدم کا ہی تھا، ورنہ اسلاف کے علما نہ ان سے علم میں زیادہ تھے اور نہ یہ ان سے علم میں کم تھے۔ یہ اپنے فضل کی وجہ سے مقبول زمانہ ہوئے۔ ان کی شان کے لیے منصب ایک بہانہ ہے۔
- مُلّا عوض وجیہ ماوراالنہری[11] (ص ۱۸)، چنابی نے اس کی تعریف میں بارہ بیت لکھے ہیں اور ان کی خصوصیات یہ بیان کی ہیں کہ بادشاہ سے قرب کے باوجود ان میں طمع نہیں تھا۔ جو سچ ہوتا کسی خوف کے بغیر بادشاہ سے کہہ دیتے۔ وہ حق بات اس جرأت سے بادشاہ کے منہ پر کہہ دیتے کہ دوسرا پیٹھ پیچھے بھی کہنے کی ہمت نہ کرسکتا۔ وہ خوشامد کرنا شرعی منصب کے شایان نہیں سمجھتے تھے۔ انھوں نے ایسے

کارنامے انجام دیے جن سے تعجب ہوتا ہے اور اپنی بلند ہمتی کی وجہ سے بارہا منصب بھی چھوڑا۔'' (ملخص ترجمہ)

- مولانا عبدالحکیم سیال کوٹی (ص۱۰۹)
- میاں جمال (ص۱۱۴)
- میاں حاجی گلگو نوشہروی۱۲ (ص۱۱۸)، چنابی نے ان کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:

به نوشهره میان حاجی گلگوی　　به دنیا بود پشتِ او، به دین روی
مریدانش بسی در کوهساران　　بیادش با ثمر چون شاخساران

- میاں دولا گجراتی (ص۱۱۵)،
- نظام الدین محمد نجندی امن آبادی (ص۱۱۹)، چنابی نے نظام الدین محمد کی تعریف میں جو نظم لکھی ہے اس سے واضح ہے کہ مراد نظام الدین محمد شارح ''قصیدۂ بردہ'' ہیں۔۱۳

نظام الدین بجای مولوی هست　　که کامل باکمال معنوی هست
چو پدرش مهربان استاد او را　　که دادی قابلیت داد او را
سخن می راند ز استعدادش اکثر　　نبودش ای مگر شاگرد دیگر
حضور پادشاهان بارها شد　　به خُردی پیر زینسان کارها شد
شده روشن ز خوش تقریری او　　به عالم گیر عالمگیری او
به دکهن شاه وصف او شنیده　　گواه فضل او شرح قصیده
ولی چون جنگ با کفار بودش　　توجه این طرف دشوار بودش
به ردّ و قدح کس ناکرده خویی　　که در شرح قصیده بُرده گویی

چنابی نے آخری مصرعہ میں ''بُردہ'' کا لفظ بڑی چابک دستی سے ذومعنی استعمال کیا ہے۔ایک طرف ''شرح قصیدہ بردہ'' کی ترکیب بنتی ہے اور دوسری طرف ''گوی بُردن'' کا مرکب مصدر۔

- نواب حفیظ اللہ خان چنیوٹی (ص۱۰۲)
- نواب سعداللہ خان چنیوٹی (ص۱۰۶)
- نواب وزیر خان (ص۱۰۷)

''تحفۃ البنجاب'' میں مذکور اماکن

- امن آباد (ص ۱۳۸)
- اوچ (ص ۸۷)
- پنجاب (ص ۸۱، ۱۲۶)
- چنیوٹ اور وہاں کی مسجد (ص ۱۰۲)
- کیلاس (ص ۱۳۵)
- لاہور (ص ۸۸)
- مزارات لاہور (ص ۹۱)
- بادشاہی مسجد (۹۳)
- نخاس (ص ۹۶)
- مسجد وزیر خان (ص ۹۸)
- شالامار باغ (ص ۱۰۰)
- ملتان (ص ۸۳)
- میاں دولا گجراتی کے بنوائے ہوئے پُل ۱۴ (ص ۱۱۴)

زہی دَولا کہ پل ہا را بنا کرد	چہ زرہا صرف در راہ خدا کرد
ز ہمت پل بہ ہر جایی کہ بست است	زمُردن، غوطہ خوردن، خلق رَست است

- وزیر آباد (ص ۱۰۸)

حواشی

۱۔ یہ تعارف اورینٹل کالج میگزین، لاہور، نومبر ۱۹۲۸ء میں شایع ہوا جو بعد میں مقالات پروفیسر خان صاحب قاضی فضل حق، صفحات ۷۵-۸۴ اور پنجابی قصے فارسی زبان میں، جلد اول، صفحات ۱۰۸-۱۱۹ میں بھی شامل ہوا۔

۲۔ یہ تکملہ پنجابی قصے فارسی زبان میں، جلد اوّل، صفحات ۱۲۰-۱۴۴ اور مضامین بذل حق محمود، صفحات ۱۳-۴۰ میں مکرر شائع ہوا ہے۔

۳۔ تذکرۂ شعرائے پنجاب، ص ۱۱۲۔

۴۔ عبدالغفور قریشی، پنجابی ادب دی کہانی ص۲۴۰۔۲۴۱؛ حمید اللہ شاہ ہاشمی، پنجابی زبان و ادب، ص۱۴۵۔۱۴۶؛ شہباز ملک، چھیماہی ''کھوج'' (قلمی نسخہ نمبر) شمارہ ۸۔۹، صفحات ۶، ۳۷، ۲۴۶؛ احمد منزوی، فہرست مشترک نسخہ ہاے خطی فارسی پاکستان، جلد ۱، صفحات ۶۲۲، ۴۰۷-۴۲۷؛ جلد ۷، ص ۸۷۱-۸۷۲۔

۵۔ میرزا خان رضوی، تاریخ رضوی، ص ۶۷۶؛ نیز: احمد منزوی، فہرست نسخہ ہاے عکسی مرکز دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، جلد یکم، ص ۵۷؛ بہ حوالہ ڈاکٹر فائزہ زہرا میرزا (شعبۂ فارسی، کراچی یونی ورسٹی) کی وساطت سے دستیاب ہوا، جس کے لیے ان کا ممنون ہوں۔

۶۔ گلزار محبت، ص ۳۴-۳۵۔

۷۔ گکھڑوں کی معروف تاریخ کیگو ہرنامہ تالیف رائی زادہ دیوان دُنی چند میں اصالت خان کا نام آیا ہے لیکن اس سے صاف طور پر متعین نہیں ہوتا کہ آیا یہ وہی اصالت خان ہے جو چنابی کا ممدوح ہے۔ مثلاً ''داستان در بیان سلطان مبارز الدین خان ولد سلطان لشکری خان مالک اکبر آباد'' میں اس کا ذکر یوں ہوا ہے: ''درین ایام دیوان احمد خان میرپوریہ بہ طمع پرگنہ، غلام محمد خلف سلطان اصالت خان را بہ جان کشت۔'' (ص ۱۵۸) مبارز الدین کی ولادت ۱۰۷۶ھ/۶۶-۱۶۶۵ء میں ہوئی تھی اور اس کے باپ لشکری خان نے عالمگیر بادشاہ کے حکم سے تبت پر لشکر کشی کی تھی اور لشکری خان کی وفات کے بعد پرگنہ اکبر آباد (واقع پوٹھوہار) کی حکومت مبارز خان کو ملی تھی (ص ۱۵۶)۔ دوسرے مقام پر اصالت خان کے بھائیوں بدیع الزمان اور بشخو خان کا ذکر ہوا ہے جو عالمگیر سے منصب کے طالب تھے (ص ۱۸۵)۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کیگو ہرنامہ میں جس اصالت خان کا ذکر ہوا ہے اس کا زمانہ بھی وہی ہے جو ''تحفۃ البنجاب'' میں مذکور اصالت خان کا ہے۔ لیکن کیگو ہرنامہ میں اس کا ذکر محض ضمنی ہے جب کہ ''تحفۃ البنجاب'' میں اس کی امارت، شجاعت اور شکار میں مہارت کا خوب چرچا ہوا ہے۔

۸۔ شاید شیخ نظام سے مراد شیخ نظام الدین برہان پوری (م: ۱۰۹۲ھ/۱۶۸۱ء) ہیں جو چالیس سال تک عالمگیر سے وابستہ رہے اور عالمگیر نے انھیں فتاوی ہندیہ/فتاوی عالمگیری کی تدوین کا کام سپرد کیا۔ فقہا کی اس جماعت میں مُلّا محمد اکرم لاہوری ولد مُلّا سکی (م: ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء) بھی شامل تھے۔ محمد اسلم پسروری، فرحت الناظرین، صفحات ۱۰۱، ۱۳۱

۹۔ یہ قاضی، عبدالوہاب احمد آبادی گجراتی تھے۔ پہلے شاہ جہان کے دور میں اپنے مولد ''مونگی پٹن'' کے قاضی مقرر ہوے۔ اورنگ زیب نے انھیں پورے ہندوستان کا قاضی القضاۃ مقرر کیا تھا۔ ان کی وفات ۱۸ رمضان ۱۰۸۶ھ/۱۶۷۵ء کو دہلی میں ہوئی۔ محمد اسحاق بھٹی، فقہاے ہند، جلد ۴، حصہ ۲، ص ۲۴۲؛ نیز: ''مآثر الامراء'' (اُردو ترجمہ) ج ۱، ص ۲۳۸-۲۳۲؛ ج ۳، ص ۴۹۳؛ ''منتخب اللباب''، ص ۲۱۶، ۲۴۷؛ ''مآثر عالمگیری''، ص ۱۳۴؛ ''فرحت الناظرین''، ص ۱۱۲-۱۱۱؛ ''نزہۃ الخواطر''، ج ۵، ص ۲۶۸-۲۶۷

۱۰۔ مولانا ابو یوسف محمد یعقوب بنانی لاہوری۔ دیار لاہور کے مشہور شیخ و عالم و محدث و فقیہ تھے۔ علم کا پایہ یہ

تھا کہ مولانا عبدالحکیم سیال کوٹی کے ناقد تھے۔شاہ جہان اور عالم گیر کے دور حکومت میں فوج کے ''میر عدل'' رہے۔ان کی تصانیف میں ''الخیر الجاری'' شرح ''صحیح البخاری''، ''المعلم'' شرح ''صحیح الامام مسلم''، ''المصفی'' شرح ''موطا'' اور دیگر متعدد کتب شامل ہیں۔ ۱۰۹۸ھ/۱۶۸۷ء میں وفات پائی۔محمد اسحاق بھٹی، ''فقہاے ہند''، جلد۴، حصہ۲، ص۲۶۴-۲۶۳، نیز: ''عمل صالح''، ج ۳، ص ۳۰۱؛ ''مآثر عالمگیری''، ص۱۲۰، ۱۲۴، ۱۶۰، ''فرحت الناظرین''، ص۱۲۳، ''نزہۃ الخواطر''، ج ۵، ص ۴۳۹-۴۴۰

۱۱۔ آپ کا مولد اخسیکت ہے جو سمرقند (ماوراء النہر) کے مضافات میں ہے۔جب شاہ جہاں نے ۱۰۵۶ھ/ ۱۶۴۶ء میں بلخ فتح کیا تو آپ بلخ میں درس دیتے تھے۔شاہ جہاں نے آپ سے ملاقات کی اور انھیں ہندوستان بلا کر مفتی لشکر مقرر کیا۔ اورنگ زیب نے انھیں ۱۰۶۹ھ/۵۹-۱۶۵۸ء میں محتسب کا عہدہ دیا تو اس منصب کے تقاضوں کے مطابق خوب خدمات انجام دیں۔ ۱۰۷۵ھ/۶۵-۱۶۶۴ء میں معزول ہوکر ۱۰۷۶ھ/۶۶-۱۶۶۵ء میں دوبارہ بحال ہوئے۔ ۱۰۸۷ھ/۱۶۷۶ء میں وفات پائی۔ محمد اسحاق بھٹی، ''فقہاے ہند''، جلد۴، حصہ۲، ص۲۸۷-۲۸۵؛ نیز: ''عمل صالح''، ج ۳، ص ۳۰۱؛ ''عالمگیر نامہ''، ص ۳۹۲؛ ''مآثر عالمگیری''، ص۱۷۴-۱۷۳؛ ''مرآت العالم'' (قلمی)، ۴۹۳ ؛ ''فرحت الناظرین''، ص۱۱۳-۱۱۲

۱۲۔ غالباً شاعر کی مراد یہاں حاجی محمد نوشہ گنج بخش (۹۵۹-۱۰۶۴ھ) سے ہے جو نوشہرہ تارڑاں میں رہتے تھے اور بعد میں اس سے الگ بستی ''ساہن پال'' آباد ہوئی تو وہاں اقامت پذیر اور دفن ہوئے۔ شرافت نوشاہی، تذکرۂ نوشہ گنج بخش، ص ۴۸

۱۳۔ نظام الدین کا نعتیہ نمونۂ کلام ''شرح قصیدۂ بانت سعاد'' کے دیباچے سے نقل کیا جاتا ہے:

ہزار حمد کہ نعت حبیبِ ربّ عباد — مراست ورد شب و روز، قوت روح و فؤاد
ہزار شرح بہ عربی و فارسی سازم — ز شرح و متن بجز ذکرِ دوست نیست مراد
ز جوش عشق نوشتم شروح نعت حبیب — بہ غیر عشق کہ دل را بروی تیغ نہاد
بدست عشق دلم نعت را نگاشتہ است — دلم کہ بردم شمشیر غیر عشق نہاد
گلست نعت زبستان قدس و از سر شوق — نظام دین است برو عندلیبِ پر فریاد
ز حسن نعت و ز عشق نظام امن آباد — شداست حسن آباد و شداست عشق آباد

نظام الدین نے اوپر دوسرے شعر میں اشارہ کیا ہے کہ جوش عشق رسول ﷺ میں انھوں نے ہمیشہ نعتوں کی شروح لکھی ہیں۔چنانچہ ان کی دستیاب تصانیف کم وبیش اسی موضوع پر ہیں۔مثلاً:

۱۔ شرح ''قصیدہ محمدیہ''، پہلے ایک مفصّل شرح لکھی، پھر ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء میں اسے مختصر کیا۔(احمد منزوی، فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، ج ۸، ص۹۹۴)

۲۔ شرح ''شمایل النبی'' (ترمذی)، ۲ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ/۱۶۹۶ء کو تصنیف کی۔اس کے دیباچے میں انھوں نے اپنے دادا کا نام عبداللہ لکھا ہے۔(حوالۂ مذکور، ج ۱۰، ص ۱۹۹)

۳۔ شرح ''قصیدہ بردہ''، ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء میں لکھی۔ (حوالۂ مذکور، ج ۸،ص ۹۹۲)

۴۔ شرح ''قصیدہ بانت سعاد'' (کعب بن زہیر صحابی)، ۱۷ شوال ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۲ء کو اس وقت لکھی جب وہ پچاس سال کے تھے۔اس حساب سے ان کا سال پیدائش تقریباً ۱۰۶۳ھ/ ۱۶۵۳ء قرار پاتا ہے۔ (حوالۂ مذکور، ج ۸،ص ۹۹۱)

۵۔ شرح ''قصیدۂ ابوالعلامعری''، ۱۱۱۴ھ/۳-۱۷۰۲ء میں لکھی۔ (حوالۂ مذکور، ج ۸،ص ۹۹۳)

۶۔ شرح ''درود مستغاث'' (حوالۂ مذکور، ج ۳،ص ۱۵۹۵)

۱۴۔ شیخ دولا دریائی گجراتی (م: ۱۰۸۶ھ/۱۶۷۵ء) سلسلۂ سہروردیہ کے معروف مجذوب؛ محمد اسلم پسروری نے بھی ان کی بنوائی ہوئی عمارتوں اور ڈیگ نالہ پر ان کے تعمیر کردہ پل کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔فرحت الناظرین، ص ۱۸۷؛ چراغ بن شاہ مراد قادری نے تذکرۂ حضرت شاہ دولا گجراتی میں لکھا ہے: ''شیخ از گجرات بر دریای دیوگہ تشریف بردند...در جای مناسب اساس پل نہادند و عمارت برداشتند ... نام آن دریای دیوگہ از آن گویند کہ در وی یک دیو سخت قوی وطن داشت۔''

کتابیات

۱۔ احمد منزوی: ''فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان''، اسلام آباد، ۱۹۹۷-۱۹۸۳ء۔

۲۔ احمد منزوی: ''فہرست نسخہ ہاے عکسی مرکز دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی''، جلد یکم (کتاب خانۂ خصوصی اہدایی زین العابدین ابراہیمی)، تہران، ۱۳۸۲ش۔

۳۔ بذل حق محمود: ''مضامین بذل حق محمود''، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء۔

۴۔ چراغ بن شاہ مراد قادری: ''تذکرۂ حضرت شاہ دولا گجراتی، مخطوطہ کتب خانہ گنج بخش''، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، شمارہ ۲۶۷۸۔

۵۔ چنابی، حکیم میتابن درویش: ''تحفۃ البنجاب''، اسلام آباد، مخطوطہ نیشنل آرکائیوز آف پاکستان، ذخیرۂ مفتی فضل عظیم، شمارہ: اسلام ۲۳۱۔

۶۔ حمید اللہ شاہ ہاشمی: ''پنجابی زبان و ادب''، کراچی ۱۹۸۸ء۔

۷۔ دُنی چند، رای زادہ دیوان: ''گیگو ہرنامہ''، باہتمام دکتر محمد باقر، لاہور، پنجابی ادبی اکادمی، ۱۹۶۵ء۔

۸۔ شرافت نوشاہی، سید شریف احمد: ''تذکرۂ نوشہ گنج بخش''، لاہور، الکتاب، ۱۹۷۸ء۔

۹۔ عبدالرشید، خواجہ: ''تذکرۂ شعراے پنجاب''، کراچی، اقبال اکادمی، ۱۹۶۸ء۔

۱۰۔ عبدالغفور قریشی: ''پنجابی ادب دی کہانی''، لاہور، ۱۹۷۲ء۔

۱۱۔ غنیمت کنجاہی، محمد اکرم: ''گلزار محبت''، مرتبہ، عارف نوشاہی، گجرات، المیر ٹرسٹ لائبریری مرکز تحقیق و تالیف، ۲۰۰۸ء۔

۱۲۔ فضل حق: قاضی، ''مقالات پروفیسر خان صاحب قاضی فضل حق''، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء
۱۳۔ محمد اسحاق بھٹی، ''فقہاے ہند''، لاہور، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۸ء۔
۱۴۔ محمد اسلم پسروری: ''فرحت الناظرین'' (شخصیات) مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری، کراچی، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۷۲ء۔
۱۵۔ محمد باقر: ''پنجابی قصے فارسی زبان میں''، لاہور، پنجابی ادبی اکادمی، ۱۹۵۷ء۔
۱۶۔ میرزا خان رضوی: (میر عوض) سید میرزا، ''تاریخ رضوی''، عکسی نسخہ، تہران، مرکز دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، شمارۂ عکس ۲۰۵۵۔

رسائل

۱۔ ''اورینٹل کالج میگزین''، لاہور، نومبر ۱۹۲۸ء۔
۲۔ ششماہی ''کھوج'' (قلمی نسخہ نمبر)، شمارہ ۸، لاہور، شعبۂ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی۔

O <------> O